آئی ایم ایف کو مسترد کرو

خلافت کو قائم کرو

حزب التحریر ولایہ پاکستان

رمضان 1440 ہجری

مئی 2019 عیسوی

فہرست

تعارف: آئی ایم ایف، پاکستان اور خلافت...4

سرمایہ داریت میں بڑے پیمانے پر نج کاری کی وجہ سے ریاست آمدنی کے ذرائع سے محروم ہو جاتی ہے.....6

تباہ حال مقروض ریاستیں ٹیکسوں اور قرضوں کے بوجھ کو بے پناہ بڑھا لیتی ہیں.............................9

کاغذی کرنسی کے نقصانات اور بین الاقوامی تجارت کو استعماری ممالک کی کرنسی کے ذریعے انجام دینا.....10

ادائیگیوں کے توازن کے بحران کے لیے آئی ایم ایف کا تجویز کردہ حل معیشت کو تباہ کرتا ہے............12

آئی ایم ایف کا انکار کرو، خلافت کا قیام کرو...16

پاکستان کے مسلمانوں کو ایک پر زور پکار...19

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف: آئی ایم ایف(IMF)، پاکستان اور خلافت:

آج کل پاکستان میں ملکی معیشت پر عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کی گرفت پر شدید بحث چھڑی ہوئی ہے۔ تاہم یہ بحث اس نقطہ پر مرکوز ہے کہ آئی ایم ایف کے ساتھ تعاون کس حد تک ہونا چاہیئے، حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ بذاتِ خود آئی ایم ایف اور ان اصولوں کو چیلنج کیا جائے کہ جس پر آئی ایم ایف کی پالیسیوں کی عمارت کھڑی ہے۔ درحقیقت آئی ایم ایف کا تجویز کردہ "نسخہ" پاکستان کی معیشت کے لیے تباہ کن ہے، کیونکہ یہ سرمایہ داریت (capitalism) کے ناقص نظریے پر مبنی ہے۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کی لڑکھڑاتی معیشتوں کے لئے سرمایہ دارانہ معاشی نظام سے اخذ کردہ یہ اقتصادی نسخے بنیادی طور پر آئی ایم ایف، عالمی بینک اور امریکی شعبۂ خزانہ کی طرف سے پیش کردہ پالیسی سفارشات پر مبنی ہیں جو کہ "واشنگٹن اتفاقِ رائے"(Washington Consensus) کے نام سے جانی جاتی ہیں۔"واشنگٹن اتفاقِ رائے" معاشی پالیسی سے متعلق دس اقدامات کا مجموعہ ہے، جو بحران کا شکار معیشتوں کے لئے ایک اصلاحاتی پیکیج کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس میں بظاہر معیشت کو مضبوط بنانے کے لئے فوری طور پر مالیاتی مدد کے بدلے ملکی اقتصادی ڈھانچہ میں ایسی اصلاحات کی سفارش کی جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے مارکیٹ فورسز کے کردار میں اضافہ ہو۔ تاہم تفصیلی جائزہ لینے سے پتا چلتا ہے کہ یہ سفارشات خراب معاشی صورتحال کو خراب تر کر دیتی ہیں۔ اس نسخے میں مندرجہ ذیل اقدامات شامل ہیں:

- سبسڈیوں کا خاتمہ
- ٹیکسوں میں اضافہ
- حکومتی مداخلت سے آزاد کرنسی ریٹ (تاکہ کرنسی کی قدر میں کمی کی جاسکے)

- حکومتی مداخلت سے آزاد شرحِ سود، جس کا انحصار مارکیٹ پر ہو
- آزاد تجارت کی پالیسی
- ریاستی اداروں کی نجکاری
- غیر ملکی براہ راست سرمایہ کاری(FDI) کے فروغ کے لیے سرمایہ کاری کی شرائط میں آسانیاں
- اور نجی ملکیت کے تحفظ کے لیے سازگار قوانین کا نفاذ۔

اُن کے دعوے کے مطابق یہ نسخہ طویل عرصے میں معیشت کو بحال کرنے کا وعدہ کرتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ نسخہ صرف غیر ملکی اور بڑے مقامی سرمایہ داروں کو بے انتہا فائدہ پہچانے کے لیے بنایا گیا ہے۔

جب آئی ایم ایف کا پروگرام بہتری لانے میں ناکام ہو جاتا ہے، اور اس کا ناکام ہونا ایک لازمی امر ہے، تو پھر بحران کا شکار معیشت کو بچانے کے لئے نئ یقین دہانیوں کے ساتھ ایک نئے پروگرام کی پیشکش کی جاتی ہے، اور یوں یہ گرداب نما چکر اپنے آپ کو دوبارہ دہراتا رہتاہے، جس کا فوری فائدہ یقینی طور پر بڑے سرمایہ داروں کو ہوتا ہے اور دولت صرف چند ہاتھوں میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے، جس سے امیروں اور غریبوں کے درمیان فرق بڑھتا چلا جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ اصولوں کی بنیاد پر اپنے معاشی مسائل کا حل تلاش کرنا، جو کہ خود سرمایہ داریت (کیپٹلزم) کی وجہ سے پیدا ہوئے، ایسا ہی ہے کہ جیسے خود بیماری کے ذریعے ہی علاج کی تلاش کی جائے! آئی ایم ایف جیسے سرمایہ دارانہ اداروں کے ذریعے سرمایہ دارانہ اصولوں پر مبنی معاشی حل کا نفاذ پاکستان میں بالخصوص اور دنیا کے دیگر ممالک میں بار بار ناکام ہو چکا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس چیز کو جانا جائے کہ سرمایہ داریت پاکستان میں ناکام کیوں ہے اور اقتصادی بحالی کے لئے اسلامی اقتصادی نظام کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہ ریاستِ خلافت ہی ہو گی کہ جو سرمایہ داریت میں ہونے والے دولت کے مسلسل ارتکاز کا سدِ باب کرے گی اور دولت کی پورے معاشرے میں گردش کو یقینی بنائے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ كَيْ لاَ يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ﴾

"تا کہ مال صرف تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے" (سورۃ الحشر: 7)

سرمایہ داریت میں بڑے پیمانے پر نجکاری کی وجہ سے ریاست آمدنی کے ذرائع سے محروم ہو جاتی ہے:

سرمایہ داریت کے بنیادی ستونوں میں سے ایک "ملکیت کی آزادی" ہے۔ یہ اصول وافر سرمایہ رکھنے والے کسی بھی شخص کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ کسی بھی چیز کا مالک بن سکتا ہے۔ سرمایہ داریت کا یہ بنیادی مگر ناقص اصول اس حدبندی کو ختم کرتا ہے کہ قانونی طور پر ایک شخص کس چیز کا مالک بن سکتا ہے۔ یہ اصول ریاستی، عوامی اور نجی ملکیتوں کے درمیان تفریق کو ختم کرتا ہے۔ لہٰذا اگر ایک شخص کے پاس سرمایہ ہو تو وہ تیل، معدنیات کی کان، توانائی کے ذخائر، بھاری نوعیت کے دفاعی سازوسامان، حتیٰ کے ایک نجی فوج کا بھی مالک بن سکتا ہے۔ اس کا عملی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نجکاری کے ذریعے بڑے سرمایہ داروں کا ایک مختصر ساٹولہ اپنے ذاتی مفادات کے لیے ایک ریاست کو آمدنی کے بڑے ذرائع سے محروم کر سکتا ہے، یوں ریاست کی حیثیت ایک معذور بھکاری کی سی ہو جاتی ہے، وہ بھاری قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتی ہے اور ٹیکسوں کے لئے عوام کے پیچھے بھاگتی پھرتی ہے۔

اسٹاک حصص کمپنی (Joint stocks share company) کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام بڑے سرمایہ کاروں کے لیے اس بات کو آسان بناتا ہے کہ وہ ڈھیروں سرمایہ جمع کر سکیں، جس کے ذریعے وہ ایسی کمپنیوں اور اداروں کے مالک بن جاتے ہیں کہ جن کے لیے بھاری سرمایہ درکار ہوتا ہے اور جو دوسری صورت میں اکثر وبیشتر صرف ریاستی ملکیت ہی ہو سکتے تھے مثلاً بڑے بڑے تعمیراتی پراجیکٹ، ٹرانسپورٹ، مواصلات وغیرہ۔ سرمایہ دارانہ نظام توانائی اور معدنی ذخائر کی نجی ملکیت کے دروازے بھی کھولتا ہے، جو درحقیقت اپنی فطرت کی وجہ سے عوام کی مشترکہ ضرورت ہوتے ہیں۔

اس طرح سرمایہ داریت کے نتیجے میں بے انتہا امیر افراد اور نجی کمپنیوں کا ایک طبقہ وجود میں آیا جو آمدنی کے ان اہم ذرائع کا مالک ہے جو کہ اصل میں ریاست کی ملکیت ہونے چاہئیں۔ سرمایہ دارانہ نظام نجی کمپنیوں کو ریاست کے بڑے اثاثوں کے استحصال کا موقع فراہم کرتا ہے تاکہ وہ مزید منافع کما سکیں، خواہ اس کے نتیجے میں ملکی اور عوامی مفادات قربان ہو جائیں، یوں یہ نجی کمپنیاں بے تحاشہ دولت جمع کر لیتی ہیں۔

لامحدود نجی ملکیت کی اجازت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ریاست کو قدرتی وسائل اور بڑے کاروباری اداروں سے حاصل ہونے والی آمدنی سے محروم ہونا پڑے گا۔یوں سرمایہ دارانہ نظام کے تحت نجکاری کے ہر نئے راؤنڈ کے ساتھ ریاستوں کے ذرائع آمدنی کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں دنیا پر چھائی ہوئی سرمایہ داریت کی تہذیب میں دنیا بھر کی ریاستیں قرض میں ڈوبتی چلی جا رہی ہیں۔امریکہ،جو کہ دنیا کی سب سے بڑی معیشت ہے،سب سے بڑے بیرونی قرضے کی حامل ہے،جو کہ تقریباً22 ٹریلین ڈالر ہے،اور یہ حجم اُس کی جی ڈی پی کے100 فیصد سے بھی زیادہ ہے۔دیگر بڑی معیشتوں کی حامل ریاستیں بھی بڑھتے قرضوں کے جال میں پھنسی ہوئی ہیں،جیسا کہ برطانیہ جس کا قرضہ 8.5 ٹریلین ڈالر ہے،جو کہ اُس کی جی ڈی پی کے300 فیصد سے بھی زیادہ ہے،فرانس جس کا قرضہ 5.5 ٹریلین ڈالر ہے،جو کہ اُس کی جی ڈی پی کے200 فیصد سے زیادہ ہے،جرمنی جس کا قرضہ 5.4 ٹریلین ڈالر ہے،جو کہ اُس کی جی ڈی پی کے140 فیصد سے زیادہ ہے۔

پاکستان کی صورتحال ان ممالک سے مختلف نہیں ہے،جس کا مجموعی بیرونی قرضہ تقریباً100 بلین ڈالر ہے۔اگرچہ پاکستان ایک بڑے قرض کے جال میں جکڑا ہوا ہے،مگر پھر بھی حکومت کے مالیاتی منتظمین آئی ایم ایف کے بتائے ہوئے نسخے کے مطابق مزید اور بھرپور نجکاری کی حمایت کر رہے ہیں۔نجی مالکان کو ریاستی اثاثوں کی فروخت سے ریاست ان اداروں سے محروم ہو جائے گی جو بڑے پیمانے پر آمدنی کے حصول کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔بجلی کی پیداوار ایک ایسا ہی شعبہ ہے جو محصولات پیدا کرنے کی بہت بڑی صلاحیت رکھتا ہے۔تاہم سرمایہ کاروں کے لیے بجلی کی پیداوار کی 'دوستانہ شرائط' پر پے در پے نجکاری نے ملک کو گردشی قرضوں(circular debt) کے بحران میں دھکیل دیا ہے۔سرمایہ کاروں کے لیے دوستانہ شرائط کی ایک شرمناک مثال یہ ہے کہ اگر پلانٹ بجلی پیدا نہ بھی کریں تب بھی بجلی پیدا کرنے والی کمپنیوں کے ان نجی مالکان کو "capacity payments" کے نام پر ہر سال سینکڑوں ارب روپے کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

غیر محدود نجکاری دولت کی لوٹ کھسوٹ کی قانونی شکل ہے۔بدعنوان عسکری اور سیاسی قیادتوں میں سے کرپٹ لوگوں جیسا کہ جنرل مشرف،شوکت عزیز،جنرل کیانی،آصف علی زرداری،نواز شریف اور اسحاق ڈار کی ذاتی دولت کی جانچ پڑتال سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے کرپشن کے ذریعے کتنا سرمایہ سمیٹا ہے،اس میں سے بہت سی دولت

خاندان کے افراد، فرنٹ مین، اور محض کاغذوں پر موجود کمپنیوں کے ذریعے نجکاری کے ٹینڈرز تک رسائی حاصل کر کے جمع کی گئی ہے۔

لامحدود نجکاری چند افراد تک دولت کے محدود ہونے کے اہم عوامل میں سے ہے، اس بات کا مشاہدہ ہم دنیا بھر میں کر سکتے ہیں۔ بڑے پیمانے پر نجکاری ایسے طریقوں میں سے ہے کہ جو ریاست کو آمدنی کے ذرائع سے منظم طور پر محروم کر دیتی ہے، جبکہ امیروں کی دولت میں بے تحاشہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آکسفم انٹرنیشنل (Oxfam International) نے 22 جنوری 2018 کی اپنی رپورٹ میں بیان کیا کہ پچھلے سال دنیا بھر میں پیدا ہونے والی دولت کا 82 فیصد حصہ دنیا کی کل آبادی کے ایک فیصد امیر ترین افراد کے ہاتھ میں جمع ہوا، جبکہ دنیا کی آبادی کے 3.7 ارب غریب ترین لوگوں کی آمدن میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ 2008 کے عالمی اقتصادی بحران کے بعد، 2010 سے لے کر اب تک، ارب پتی امیروں کی دولت میں سالانہ 10 فیصد کی شرح سے اضافہ ہوا۔ امریکہ، جو کہ دنیا کی سب سے بڑی معیشت اور سرمایہ دارانہ نظام کا علم بردار ہے، کی آبادی کے 1 فیصد امیر ترین لوگ ملک کی مجموعی دولت کے 36 فیصد کے مالک ہیں، جبکہ 10 فیصد امیر ترین لوگ ملک کی مجموعی دولت کے 75 فیصد کے اور 20 فیصد امیر ترین لوگ ملک کی مجموعی دولت کے 87 فیصد کے مالک ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ امریکہ کی باقی 80 فیصد آبادی کے پاس ملک کی مجموعی دولت کا صرف 13 فیصد ہے، جبکہ نصف ملکی آبادی کے پاس یا تو صفر دولت (zero net wealth) ہے یا پھر وہ قرضوں تلے زندگی گزار رہے ہیں۔ پاکستانی معیشت کا حال کوئی مختلف نہیں ہے کیونکہ اس نے بھی سرمایہ دارانہ نظام ہی اپنایا ہوا ہے۔ اوپر کے امیر ترین 10 فیصد پاکستانیوں کی اعلان کردہ دولت 12.5 بلین ڈالر ہے، جو کہ ملک کی مجموعی ادائیگیوں کے توازن کا 70 فیصد ہے۔

اس مسئلے کا حل ایک جامع نظام کا نفاذ ہے جس میں نجی ملکیت کی حدود و قیود بالکل واضح ہوں، جو اس بات کا واضح طور پر تعین کرے کہ کونسے اثاثے و ادارے لازمی طور پر عوامی اور ریاستی ملکیت ہونے چاہئیں، اور اس نظام میں محصولات کے حصول و تقسیم کا تفصیلی طریقہ کار موجود ہو۔

تباہ حال مقروض ریاستیں ٹیکسوں اور قرضوں کے بوجھ کو بے پناہ بڑھا لیتی ہیں:

جب سرمایہ دارانہ نظام میں بھاری سرمایہ والے شعبہ جات، توانائی اور معدنیات کی غیر محدود نجی ملکیت کی وجہ سے ریاست اپنے آمدنی کے اہم ذرائع آمدن سے محروم ہو جاتی ہے تو وہ آمدن اور اخراجات کے فرق کو پورا کرنے کے لیے سودی قرضوں اور تنزلی پیدا کرنے والے بھاری ٹیکسوں کا سہارا لیتی ہے جو امیر و غریب کی تفریق کے بغیر ہر کسی پر عائد کیے جاتے ہیں۔

امریکہ جو دنیا کی سب سے بڑی معیشت ہے، اپنے وفاقی محصولات کا پچاس فیصد سے بھی زائد براہِ راست اور بالواسطہ (direct and indirect) ٹیکسوں سے حاصل کرتا ہے، جو کے تقریبا 3.4 ٹریلین ڈالر ہے۔ پاکستان اپنی آمدنی کا 80 فیصد سے زائد براہِ راست اور بالواسطہ ٹیکسوں سے حاصل کرتا ہے، جو کہ تقریبا 4.4 ٹریلین روپے (60 ارب ڈالر) کے لگ بھگ ہے، جبکہ کل ریاستی آمدنی 5.6 ٹریلین روپے ہے۔ چونکہ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت ذرائع آمدن سے محروم ریاستیں اپنی مالی ضروریات کا بڑا حصہ ٹیکسوں کے ذریعے حاصل کرتی ہیں، اس لیے اس نظام میں غریب پِس کر رہ جاتا ہے جبکہ پیداوار اور تجارت کا گلا گُھٹ جاتا ہے۔ آج کے اس سرمایہ دارانہ دور میں ریاستیں چاہے اشتراکیت اور سرمایہ داریت کے امتزاج پر مبنی ماڈل کو نافذ کیے ہوئے ہوں جیسا کہ چین اور روس یا خالصتاً لبرل سرمایہ دار ریاستیں ہوں جیسا کہ امریکہ یا پھر نام نہاد سماجی فلاحی ریاستیں ہوں جیسا کہ یورپ، سب کی سب انکم ٹیکس کی نہایت بلند شرح لاگو کر کے ریاستی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے محصولات حاصل کرتی ہیں۔ پاکستان میں وہ لوگ جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں اُنہیں بھی خوراک، لباس، یوٹیلٹی بلوں، اشیائے صرف، تعلیمی اخراجات، ادویات اور رہائش پر ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔

ملک کا سودی قرضوں پر انحصار ہماری مستقبل کی نسلوں کے لیے مزید بوجھ کا باعث بنے گا۔ استعماری اداروں نے ایسی ممکنہ ریاستوں کو جو کہ معاشی طور پر مغرب کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت حاصل کر سکتی ہیں، سودی قرضوں کی ادائیگی کے جال میں پھنسادیا ہے۔ اس معاملے میں بھی پاکستان کا حال مختلف نہیں ہے۔ تقریباً ہر سال پاکستان کے 4.179 ٹریلین روپے کے مجموعی کرنٹ اکاونٹ اخراجات کا 40 فیصد اور 5.4 ٹریلین روپے کی مجموعی ملکی آمدنی کا 30 فیصد قرضوں کی ادائیگی پر خرچ ہو جاتا ہے۔ یہ رقم ملک بھر میں عوامی سہولیات کے تمام ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کیے جانے والی رقم کے دوگنا سے بھی زیادہ ہے۔

سودی قرضوں نے کبھی کسی ملک کو اس قابل نہیں ہونے دیا کہ وہ قرضوں کے جال سے آزاد ہوسکے۔ درحقیقت ان قرضوں نے معاشی حالات کو مزید ابتر ہی کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مشرق و مغرب سے قرض لینا ہرگز خوش آئندبات نہیں۔ یہ صورتحال اتنی خراب ہے کہ بہت سی ریاستوں کے پاس دیوالیہ ہونے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں بچتا۔ پچھلے 200 سالوں میں 83 ممالک اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کر چکے ہیں بشمول امریکہ کہ جس نے 5 بار اپنے دیوالیہ ہونے کا علان کیا ہے جس میں ایک بار امریکہ اپنے غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داریاں پوری نہیں کرسکا جبکہ چار بار وہ اپنا اندرونی قرضہ ادانہ کرسکا۔ اسی طرح جرمنی نے پچھلے 215 سالوں میں آٹھ بار اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ برطانیہ جو کہ دنیا کی پانچویں بڑی معیشت ہے اُس نے اپنے سرمایہ دارانہ دور کے دوران مجموعی طور پر چار بار اپنے دیوالیہ ہونے کا علان کیا ہے جس میں آخری علان 1932 میں تھا۔

اس مسئلے کا حل محصولات کے ایک ایسے نظام میں ہے جو غریبوں پر بوجھ نہ ڈالے بلکہ معاشرے کے امیر لوگوں سے عادلانہ انداز میں محصولات وصول کرے مثلاً جن کے پاس زمین، صنعت یا تجارتی مال واشیاء کی ملکیت حاصل کرنے کا سرمایہ ہو۔ حل ایک ایسے نظام میں ہے جس میں سود جیسی لعنت پر پابندی ہو اور جو سودی جال سے نکلنے کا رستہ بتاتا ہو، بجائے یہ کہ مزید سودی قرضے لینے کو حل کے طور پر پیش کرتا ہو۔

کاغذی کرنسی (Fiat Currency) کے نقصانات اور بین الاقوامی تجارت کو استعماری ممالک کی کرنسیوں کے ذریعے انجام دینا:

جیسے ہی پاکستان کے حکمران آئی ایم ایف کے ساتھ معاہدے پر پہنچے، پاکستانی روپیہ ڈالر کے مقابلے میں ڈھیر ہوگیا۔ پاکستانی روپے کی قدر میں مسلسل کمی کے نتیجہ میں وسیع پیمانے پر افراطِ زر پیدا ہوتا ہے۔ تاہم ایسا نہیں کہ ہمیشہ روپے کی قیمت میں کمی ہی واقع ہوتی رہی ہے۔ برصغیر پاک وہند میں اسلامی دورِ حکومت میں روپیہ چاندی کی بنیاد پر جاری کیا جاتا تھا۔ ایک قیمتی دھات کے معیار پر جاری روپے کی قدر اندرونی طور پر اور بین الاقوامی تجارت میں مستحکم رہتی تھی، اور اس وقت اسلام کے سائے تلے برصغیر پاک وہند عالمی معیشت کے لیے انجن کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے برعکس سرمایہ دارانہ نظام کے تحت روپے کا اجراء صرف ریاستی اتھارٹی کی یقین دہانی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ قیمتی دھات کی بنیاد کے

بغیر جاری روپے محض کاغذی نوٹ ہیں، یہ امر ریاست کے لیے ممکن بناتا ہے کہ وہ جب چاہے ملک میں گردش کرتے نوٹوں کے حجم میں اضافہ کر دے، جو بغیر کسی حقیقی دولت کی بنیاد کے ہوتا ہے۔ بڑی تعداد میں نوٹ چھاپنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جاری ہونے والا ہر نیا نوٹ قیمت میں پہلے سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔اس کے علاوہ کاغذی کرنسی کی قدر قیاس آرائیوں کی بنا پر اتار چڑھاؤ سے دوچار رہتی ہے جس کی وجہ سے عوام کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

جہاں تک بین الاقوامی تجارت کو لازمی طور پر ڈالر کے ذریعے انجام دینے کا تعلق ہے تو یہ استعماری طاقتوں کو معیشت کا استحصال کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔22 جولائی 1944 کو جنگ عظیم دوئم کے خاتمے کے بعد کئی ممالک امریکہ میں بریٹن وُوڈز کانفرنس(Bretton Woods Conference)میں شریک ہوئے، جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب سے پوری دنیا میں سونے کی بجائے امریکی ڈالرز ملکی لین دین کے لیے ذخیرے کا کام دیں گے۔ ڈالر کے ساتھ منسلک عالمی تجارت کو گرنے سے بچانے کے لیے عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔

آئی ایم ایف میں فیصلہ سازی کو اس طرح ترتیب دیا گیا کہ جس سے آئی ایم ایف کے فیصلوں پر امریکہ کی بالادستی یقینی بن گئی کیونکہ ہر رکن ملک کو فیصلوں میں اُتنے ہی ووٹ حاصل تھے کہ جتنا اُس ملک کا فنڈ میں مالی حصہ تھا۔چونکہ امریکہ کا اِس فنڈ میں سب سے بڑا حصہ تھا یعنی کل مالیاتی فنڈ کا 27.2 فیصد، لہذا امریکہ کو آئی ایم ایف کے تمام فیصلوں میں بالادستی اور عملاً ویٹو پاور حاصل ہوگئی۔ دنیا کی معیشت کے لیے معاملات اُس وقت مزید بگڑ گئے جب 15 اگست 1971 کو امریکہ نے اپنے بدنام زمانہ فیصلے کے ذریعے ڈالر کے عوض سونا واپس کرنے کے معاہدے کی پاسداری سے انکار کر دیا۔اب اس نئی صورتِ حال میں دوسرے ممالک امریکہ کے رحم و کرم پر ہو گئے، جہاں امریکہ اپنی ادائیگیوں کے توازن میں آنے والی کمی بیشی کو صرف مزید ڈالرز (بینک نوٹ) چھاپ کر بڑی آسانی سے پورا کرنے لگا، اور ان ڈالرز کو سونے کی مکمل پشت پناہی حاصل نہ تھی۔

عالمی سطح پر دیگر مضبوط کرنسیوں کے متعارف کرائے جانے کے باوجود عملاً عالمی تجارت ڈالر کے ہاتھوں یرغمال بن کے رہ گئی ہے۔ مثال کے طور پر، اگر امریکی ڈالر کی قیمت گرے تو راتوں رات چین کے 3 ٹریلین ڈالر کے ذخائر اپنی وقعت کھو دیں گے اور چینی معیشت کو شدید دھچکا لگے گا۔یعنی صورتِ حال یہ ہے کہ اگر امریکہ چھینکتا ہے تو دنیا کو زکام ہو جاتا ہے۔اس وجہ سے اب یہ دنیا بھر کی معیشتوں کی مجبوری بن گئی ہے کہ عالمی تجارت کو برقرار رکھنے کے لیے

اپنی کرنسیوں کو کمزور رکھ کر ڈالر کی قدر کو اونچا رکھا جائے چاہے اس کے اثرات ان کی اپنی ملکی معیشت کے لیے کتنے ہی بُرے کیوں نہ ہوں۔اور آئی ایم ایف کا کردار یہ ہے کہ وہ ہر قیمت پر ڈالر کی بالادستی کو قائم رکھتی ہے چاہے اس کے نتیجے میں دیگر ممالک کی مقامی معیشتیں تباہ و برباد ہو جائیں۔

اس مسئلے کا حل ایک ایسی ریاست کا قیام ہے جو فیصلہ سازی میں آزاد ہو گی اور جو مضبوطی کے ساتھ سونے اور چاندی کی بنیاد پر کرنسی کا نظام قائم کرے گی،اور منظم انداز سے اپنے سونے اور چاندی کے ذخائر میں اضافہ کرے گی،جو ضرورت پڑنے پر اپنے سونے چاندی کے ذخائر کو بچانے کے لیے کرنسی کی بجائے اشیاکے باہمی لین دین (bartering) کو بروئے کارلائے گی، بین الاقوامی تجارت میں سونے اور چاندی کو معیار بنانے پر اصرار کرے گی اور مغربی ممالک کی کرنسیوں کے ظالمانہ تسلط کا خاتمہ کرے گی۔

ادائیگیوں کے توازن کے بحران کے لیے آئی ایم ایف کا تجویز کردہ حل معیشت کو تباہ کرتا ہے:

ڈالر کو مستحکم رکھنے کے لیے ادائیگیوں کا توازن آئی ایم ایف کے لیے ایک بڑھتی پریشانی بن گیا ہے۔ادائیگیوں کا توازن دراصل ڈالر میں کیے گئے ان تمام مالیاتی لین دین کا لبِ لباب ہے جو ایک ملک باقی دنیا سے کرتا ہے، چاہے یہ لین دین افراد کا ہو، کمپنیوں کا یا حکومتی اداروں کا۔ آئی ایم ایف ایک معیشت کو صرف تب مستحکم تصور کرتا ہے جب ادائیگیوں کے توازن کی کمی بیشی اس ریاست کے قابو میں ہو۔

اگر ریاست کے مالیاتی ذخائر یا اثاثے ڈالر کی ادائیگیوں کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہوں تو ادائیگیوں کے توازن کا خسارہ آئی ایم ایف کے نزدیک ایک بحران بن جاتا ہے۔ادائیگیوں کے توازن کا ایک اہم عنصر تجارت کا توازن ہے۔اگر ایک ملک کی ظاہری درآمدات کی قیمت اس کے ظاہری برآمدات سے بڑھ جائے، تو یہ ایک تجارتی خسارہ ہو گا۔ خسارہ متعدد وجوہات کی بنیاد پر ہو سکتا ہے،ایک کمزور صنعتی بنیاد کی وجہ سے بھاری مشینری، تعمیراتی سامان اور گھریلو الیکٹرونک اشیاء کی زیادہ درآمدات ،اسی طرح جنگوں ، فوجی اقدامات ، بہت زیادہ سودی قرضوں ، کرنسی میں اتار چڑھاؤ کی وجہ سے بھی تجارت میں خسارہ ہو سکتا ہے یا غیر ملکی کمپنیوں کے بہت زیادہ منافع کی وجہ سے پیسہ (ڈالر) باہر جا سکتا ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگرچہ ادائیگیوں کا توازن ایک ریاست سے دوسرے ریاست تک پیسے کی حقیقی حرکت دکھاتا ہے، لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ریاست کے وسائل کی مجموعی قدر کتنی ہے اور معیشت کی اصل طاقت کیا ہے۔ مثلاً 2019 کے مارچ کے مہینے میں پاکستان کی کُل برآمدات 2 ارب ڈالر تھیں جبکہ کُل درآمدات 4.2 ارب ڈالر تھیں، جس سے 2.2 ارب ڈالر کا تجارتی خسارہ ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اسے درست انداز میں دیکھنے کے لیے یہ جاننے کہ پاکستان کی کُل معیشت کا حجم محض تقریباً300 ارب ڈالر ہے۔

لہٰذا محض ادائیگیوں کے توازن کو مستحکم کرنے کے نسخے، مقامی معیشت کو مضبوط کرنے کی پالیسیوں کی عدم موجودگی کا بدل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے پاکستان کے پاس وافر اور بیش قیمت وسائل ہوں مگر ایک کمزور اور نظر انداز کردہ صنعت کے باعث اس کا درآمدات پر انحصار بہت بڑھ گیا اور غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کی پالیسی کو پروان چڑھانے کی وجہ سے پیسے کی بہت بڑی مقدار غیر ملکی (کمپنیوں کے) منافع کی شکل میں ملک سے باہر چلی گئی۔

آئی ایم ایف کی تنگ نظر فکر یہ ہے کہ معیشت کو مجموعی طور پر ٹھیک کرنے کی بجائے ادائیگیوں کے توازن کو ٹھیک کیا جائے۔ علاوہ ازیں ادائیگیوں کے توازن کو ٹھیک کرنے کی کوششوں میں آئی ایم ایف کے نسخوں کے معیشت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آئی ایم ایف کے نسخے، جو Washington Consensus پر استوار ہیں، کے تفصیلی مطالعے سے اس بات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

1۔ **مسابقتی شرح مبادلہ** (Competitive exchange rate): ادائیگیوں کے توازن کے بحران کے ایک حل کے طور پر آئی ایم ایف مقامی کرنسی کی قدر میں کمی پر اصرار کرتا ہے، اس مفروضے پر کہ اس سے درآمدات کی حوصلہ شکنی ہو گی اور برآمدات میں بہتری آئے گی کیونکہ مقامی کرنسی سے تیار کی گئی مقامی اشیاء، ملک سے باہر غیر ملکی کرنسی میں سستی بِکیں گی۔ آئی ایم ایف درآمدات کا خرچہ کم کر کے اور عالمی منڈی میں مقامی اشیاء کی طلب میں اضافہ کر کے ادائیگیوں کا توازن ٹھیک کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے میں وہ مقامی معیشت کے لیے ڈھیروں مسائل کھڑا کر دیتا ہے۔ روپے کی قدر میں کمی مقامی معیشت میں زبردست افراطِ زر کو جنم دیتی ہے جس سے پیداوار مہنگی ہو جاتی ہے اور لین دین جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس سے ضروری درآمدات بھی مہنگی ہو جاتی ہیں اور غیر ملکی قرضے کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے۔

2۔ **ملک میں آنے والی غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کی آزادی:** ادائیگیوں کے توازن کے خسارے کو حل کرنے کے لیے آئی ایم ایف اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ ملک میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے غیر ملکی کمپنیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ ملک میں ڈالر لائے جائیں۔ لیکن اس کے معیشت پر کئی تباہ کن اثرات ہوتے ہیں۔ توانائی اور معدنی وسائل میں ان غیر ملکی کمپنیوں کی ملکیت بڑھ جاتی ہے جس سے حکومتی خزانہ اہم منافع سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ مستقبل بعید میں پیسے کے بہاؤ کا رخ ملک سے باہر کی طرف ہو جاتا ہے جب یہ غیر ملکی کمپنیاں اپنا منافع واپس اپنے ممالک میں لے جاتی ہیں۔

3۔ **ڈی ریگولیشن (Deregulation):** اس سے مراد مارکیٹ میں داخلے پر پابندیوں کا خاتمہ ہے تاکہ غیر ملکی کمپنیاں آسانی سے مقامی معیشت میں داخل ہو سکیں۔ نتیجتاً ڈی ریگولیشن کے ذریعے آئی ایم ایف اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ معاشی فیصلہ سازی پر حکومتی نگرانی ختم ہو جائے۔ آئی ایم ایف سرمایہ کاروں کے لیے دوستانہ ماحول کے نام پر مراعات کی فراہمی پر بھی اصرار کرتا ہے جو غیر ملکی کمپنیوں کو مقامی کمپنیوں پر اضافی فائدہ دیتی ہیں جس کی وجہ سے مقامی کمپنیاں کاروبار سے باہر ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں، غیر ملکی کمپنیاں عموماً زیادہ سرمایے کی مالک ہوتی ہیں اور شروع میں نقصان پر کام کر کے مارکیٹ میں جگہ بنا لیتی ہیں اور مقامی کمپنیوں کو کاروبار سے باہر کر دیتی ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی آئی ایم ایف ڈالر کی بالادستی کو یقینی بناتے ہوئے پاکستان کی معیشت کو قربان کر دیتا ہے۔

4۔ **ریاستی اداروں کی نجکاری:** آئی ایم ایف اصرار کرتا ہے کہ ریاست محصولات حاصل کرنے کے لیے اپنے اثاثے اور وسائل نجی افراد کو بیچ دے۔ سٹیل مِل، ملکی ایئر لائنز، ٹیلی کمیونیکیشن، بجلی، گیس اور تیل کے ذخائر جیسے ملکی اثاثے بیچ کر ریاست صرف ایک دفعہ کے لیے آمدن بنا سکتی ہے لیکن ریاستی خزانہ ان اثاثوں سے حاصل ہونے والے مستقل محاصل سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ علاوہ ازیں، مقامی اثاثے غیر ملکی نجی کمپنیوں کے ہاتھوں میں دینے سے اقتصادی خود مختاری پر سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔

5۔ **سبسڈی کی شکل میں عوام پر خرچ کو ختم کرنا:** آئی ایم ایف یہ یقین دہانی لیتا ہے کہ ریاست درآمدات اور قرضوں کی ادائیگی کے اخراجات پورے کرنے کے لیے اپنے اخراجات کم کرے تاکہ ادائیگیوں کے توازن کے خسارے کو پورا کیا جا سکے۔ لیکن سبسڈی کا خاتمہ معیشت کے کلیدی شعبوں کو اوپر اٹھانے کی کوشش کو روکتا ہے۔ پچھلے مہینوں میں

پاکستان میں اسے واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ سبسڈی کے خاتمے سے گھریلو صارفین کے لیے بجلی کے بلوں میں یک دم اضافہ ہو گیا جس کی بدولت ان کی قوتِ خرید کم ہو گئی اور نمایاں طور پر لین دین کی رفتار سست ہو گئی۔ توانائی کے شعبے میں سبسڈی کی حد میں کمی کے باعث مقامی صنعتی پیداوار پر بوجھ بڑھ گیا ہے، اور کھاد پر سبسڈی کے خاتمے نے زرعی پیداوار کو متاثر کیا ہے۔

6۔ **مارکیٹ پر مبنی شرح سود:** آئی ایم ایف مقامی شرح سود بڑھاتا ہے تا کہ غیر ملکی مالدار افراد مقامی بینکوں میں سرمایہ کاری کریں۔ شرح سود میں اضافے سے ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصے کے لیے بیرونِ ملک سے بھیجی جانے والی رقوم میں اضافہ ہو جائے مگر اس کے نتیجے میں معاشی استحکام اور خوشحالی حاصل نہیں ہوتی۔ پیداوار کے لیے درکار سرمایہ کاری کی بجائے سرمائے کا بہاؤ بینکوں کی طرف ہو جاتا ہے۔ واجب الادا ادائیگیاں بڑھ جاتی ہیں، جن میں ریاست کی ادائیگیاں بھی شامل ہیں۔ عالمی سطح پر mortgage crisis اور credit crunch سود پر مبنی مالیاتی ماڈل کی ناکامی کی واضح مثالیں ہیں۔

7۔ **ٹیکس اصلاحات اور ٹیکس کے دائرے کی توسیع:** نجکاری کے ذریعے ریاستی خزانے کو مستقل محصولات سے محروم کرنے اور قرضوں میں اضافے کو یقینی بنانے کے بعد آئی ایم ایف مقامی معیشت پر ٹیکس کو بڑھانے پر اصرار کرتا ہے۔ نتیجتاً پیداواری اخراجات میں اضافہ ہو جاتا ہے اور خوراک، لباس اور ادویات کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے لین دین کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے، یہ امور ڈھیروں منفی اثرات پیدا کرتے ہیں۔

لہٰذا ڈالر کی بالادستی کو برقرار رکھنے کے لیے ادائیگیوں کے توازن کے خسارے کو ٹھیک کرنے کی تنگ نظر سوچ کے ذریعے آئی ایم ایف مقامی معیشت کو تباہ کر دیتا ہے اور ساتھ ساتھ پاکستان کو اس کی اصل صلاحیت کو بروئے کار لانے سے روکتا ہے اور سودی قرضوں پر پاکستان کے انحصار میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ اب وقت آ چکا ہے کہ حل کے لیے آئی ایم ایف کے نسخوں سے ہٹ کر دیکھا جائے۔

آئی ایم ایف کا انکار کرو، خلافت کا قیام کرو:

سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی انسانوں کی معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اپنا معاشی نظام پیش کرتی ہے لیکن یہ نظام پوری دنیامیں برے طریقے سے ناکام ہو چکا ہے، اس کے نتیجے میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو چکی ہے اور دنیا کی زیادہ تر آبادی تنگ دستی کا شکار ہے۔ لہٰذا انسان کے بنائے ہوئے موجودہ نظام کی جگہ ایک متبادل حل کی ضرورت ہے جو ایک درست نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) پر مبنی ہو۔

اسلام ایک نظریۂ حیات ہے جو ایک جامع اقتصادی نظام دیتا ہے۔ علاوہ ازیں، اسلامی اقتصادی نظام کی ایک ثابت شدہ کامیاب تاریخ ہے جو کئی صدیوں پر محیط ہے۔ یہ خلافت کے دور میں ریاستی سطح پر نافذ العمل ہوا جو ایک بہت بڑے جغرافیائی خطے میں صدیوں تک استحکام اور خوشحالی فراہم کرتا رہا۔

پاکستان کی معیشت کا حل نہ تو مرحلہ وار تبدیلیوں میں ہے اور نہ ہی موجودہ ناکام سرمایہ دارانہ معاشی نظام کی اصلاح میں ہے۔ یہ حل یقیناً دیکھنے اور انتظار کرنے میں بھی نہیں کیونکہ آئی ایم ایف کے نسخے مسلسل معیشت کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں۔ حل یہی ہے کہ اسلامی اقتصادی نظام اور اس کی پالیسیوں کو یکسر اور فی الفور نافذ کیا جائے۔

1) **استعماری قرضوں اور سود کا خاتمہ:۔** اصل میں قرضے ان لوگوں کی ذمہ داری ہیں جو قرضہ لیتے وقت حکومتی عہدوں پر فائز تھے۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے اس دور میں خوب مال بنایا اور ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہی قرضوں کی ضرورت پڑی۔ یہ قرضہ ان کے اضافی مال کے تناسب سے اور ان کے اس مال سے ادا کیا جائے گا جو ان کی عمومی ضرورت سے زیادہ ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرضوں کو ادا کرنے کی ذمہ داری حکمران پر کیوں ہے تو اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ اسلام میں حکمرانی کی ذمہ داری کا مطلب ہے امت کے امور کی دیکھ بھال کرنا، جس میں معیشت سمیت تمام امورِ زندگی شامل ہیں۔ دوئم یہ کہ حکمران کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ذاتی مالیاتی کام میں مصروف ہو۔ وہ صرف اُس ماہانہ وظیفے کو حق دار ہے جو ریاست اسے دیتی ہے۔ لہٰذا اگر وہ اپنے دورِ حکومت میں امیر ہو جائے تو اِس پر اُس کا احتساب ہو گا۔ یہ عام بات ہے کہ حکمرانوں نے ان پیسوں سے مال بنایا جو حکومت نے قرض کے طور پر لیے۔

پس جو حکمرانوں اور حکومتی عہدہ داروں سے لیا جائے گا وہ حکومتی خزانے میں ڈالا جائے گا اور اس سے واجب الادا قرضوں کی ادائیگی کی جائے گی۔

لہٰذا خلافت دورِ حکومت میں ذاتی دولت میں خاطر خواہ اضافے سے **متعلق** اسلامی حکم حکمرانوں پر لاگو کرے گی، جو یہ ہے کہ ناجائز مال کو ضبط کر کے ریاستی خزانے میں ڈال دیا جائے۔ ایسا کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- «مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ» "جس کو بھی ہم نے کسی کام پر مامور کیا اور اسے رزق مہیا کیا، پھر اگر اس کے بعد اس نے کچھ لیا تو وہ غلول (کرپشن) ہے"

علاوہ ازیں، اسلام نے غیر ملکی قرضوں کے تباہ کن راستے کو اس کی ابتدا سے ہی حتمی طور پر بند کر دیا ہے۔ غیر ملکی اداروں سے قرض لینے والی ریاست کی خود مختاری داؤ پر لگ جاتی ہے۔ آئی ایم ایف کی طرح کے استعماری آلہ کار کفار کو ہمارے معاملات پر حاوی ہونے کی اجازت دیتے ہیں، جبکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:-﴿ وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾ "اللہ نے کفار کو مومنین پر ہر گز کوئی راستہ (غلبہ) نہیں دیا" (النساء 4:141)

یہ استعماری آلہ کار ہمیں اپنے نسخوں کے ذریعے بہت نقصان پہنچا سکتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- «لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ» "نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ" (موطا امام مالک، ابنِ ماجہ)

علاوہ ازیں، یہ قرضے لازمی طور پر سودی ہوتے ہیں اور سود اسلام میں سختی سے منع ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:-﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ "اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے" (البقرۃ 2:190)

2) توانائی اور معدنیات سے ریاستی خزانے کیلئے مستقل محاصل کا بندوبست کرنا:- خلافت توانائی اور معدنیات سے **متعلق** اسلامی احکام نافذ کرے گی جن کے مطابق یہ عوامی ملکیت ہیں جن کی سرپرستی ریاست کرتی ہے تاکہ ان کا تمام فائدہ سب لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے استعمال ہو نہ کہ صرف چند لوگ ان سے اپنی تجوریاں بھریں، جیسا کہ نجکاری میں ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- «الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ الْمَاءِ وَالْكَلَإِ وَالنَّارِ» "مسلمانوں تین چیزوں میں حصہ دار ہیں؛ پانی، چراگاہیں اور آگ (توانائی)" (احمد)۔ بے شک

پاکستان میں عوامی اثاثہ جات کی بہتات ہے جیسے تھر کا کوئلہ، پانی اور توانائی کے بجلی گھر، ریکوڈک اور سینڈک کے سونے کے ذخائر اور تیل اور گیس کے ذخائر۔

3) بھاری سرمائے والی صنعتوں سے ریاستی خزانے کیلئے مستقل محاصل کا قیام:۔ سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمے کے ساتھ ہی فطری طور پر سرمایہ دارانہ سٹاک شیئر کمپنیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔ ان کی جگہ خلافت کمپنیوں سے متعلق اسلامی احکامات کا نفاذ کرے گی جو ان صنعتوں پر انفرادی ملکیت کو محدود کرتے ہیں جن کے قیام کے لیے بھاری سرمایہ درکار ہوتا ہے، جیسے large scale manufacturing، بڑے تعمیراتی پراجیکٹ اور نقل و حمل، اور یہ احکامات ریاست کو ان شعبوں پر حاوی ہونے کی اجازت دیتے ہیں تا کہ وہ ہمارے معاملات کی بہتر انداز میں دیکھ بھال کر سکے۔

4) کاغذی (Fiat) کرنسی کا خاتمہ اور سونے چاندی کے دودھاتی پیمانے پر کرنسی کا اجراء:۔ اسلام نے یہ لازم کیا ہے کہ ریاست کی کرنسی صرف سونے اور چاندی پر مبنی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ 4.25 گرام سونے کے دینار اور 2.975 گرام چاندی کے درہم بطور ریاستی کرنسی استعمال کریں۔ شریعت نے بیشتر شرعی قوانین کو صرف سونے اور چاندی سے ہی جوڑا ہے مثلاً خون بہا، زکوٰۃ کا نصاب اور وہ کم از کم مالیت کہ جسے چرانے پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی اقتصادی نظام میں کرنسی صرف سونا اور چاندی ہوتی ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

سونے اور چاندی پر مبنی کرنسی سے کرنسی کو ایک اپنی قدر ملتی ہے جس سے استحکام حاصل ہوتا ہے۔ یہ صرف خلافت ہی ہو گی جو مقامی کرنسی کو سونے اور چاندی کی بنیاد پر جاری کرے گی، منظم انداز میں سونے اور چاندی کے ذخائر میں اضافہ کرے گی، ذخائر کی بچت کے لیے ضرورت پڑنے پر کرنسی میں خرید و فروخت کی بجائے اشیاء کا باہمی لین دین (Bartering) کرے گی اور سونے چاندی کو عالمی تجارت کی بنیاد بنانے پر اصرار کرے گی، اور مغربی کرنسیوں کی ظالمانہ جکڑبندی کو توڑ ڈالے گی۔

5) ظالمانہ ٹیکسوں کا خاتمہ اور محاصل سے متعلق اسلام کے احکامات کا نفاذ:۔ خلافت محاصل سے متعلق اسلامی احکامات کو نافذ کرے گی، جیسے تجارتی مال پر زکوٰۃ اور زرعی زمین پر خراج۔ اس کے ساتھ جی ایس ٹی اور انکم ٹیکس جیسے ظالمانہ ٹیکسوں کا خاتمہ کرے گی کیونکہ اسلام میں ان کی اجازت نہیں اور یہ ذاتی ملکیت کی چوری کے مترادف ہیں۔

رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:-«كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ»"ہر مسلمان کا خون اور مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے"۔ پاکستان صدقات کے لحاظ سے دنیا کے اولین ممالک میں سے ہے لیکن یہ زیادہ تر انفرادی طور پر دیا جاتا ہے کیونکہ لوگ موجودہ یا سابقہ حکومتوں پر بالکل اعتماد نہیں کرتے۔ خلافت کی بااعتماد سرپرستی میں محض زکوٰۃ سے اربوں ڈالر اکٹھے کیے جاسکتے ہیں۔

6) **صرف امیر ترین افراد پر ایمرجنسی ٹیکس کا نفاذ:۔** اسلام نے ریاست کے لیے محاصل کے ذرائع متعین کر دیے ہیں۔ اگر فرض اخراجات پورے کرنے کے لیے بیت المال میں مال موجود نہ ہو، صرف تب ہی اسلام نے ریاست کو ایمرجنسی ٹیکس کے نفاذ کی اجازت دی ہے۔ یہ ٹیکس مسلمانوں کی صرف اس دولت پر لگایا جاتا ہے جو ان کے معیارِ زندگی کے مطابق ان کی بنیادی ضروریات اور آسائیشوں کو پورا کرنے کے بعد فالتو ہو۔ جن کے پاس فالتو دولت نہ ہو، ان سے کچھ نہیں لیا جاتا۔ اور اس سے حاصل ہونے والے محاصل کا تخمینہ بھی اربوں ڈالرز میں ہے۔

7) **واحد باوسائل ریاست کے طور پر موجودہ مسلم ریاستوں کی وحدت:۔** اگرچہ یہ ایک ٹھوس بات ہے کہ پاکستان اکیلا ہی اسلام کے نفاذ کے ذریعے ایک بڑی اقتصادی طاقت بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اسلام مسلم ریاستوں کی خلافت کے طور پر وحدت کے ذریعے ان کی بیش بہا اقتصادی صلاحیت کو بھی بروئے کار لائے گا۔ بے شک، جب خلافت میں تیل کے کثیر ذخائر والے ایران اور سعودی عرب کے خطے موجود ہوں گے، تو پھر کیوں پاکستان اپنی تیل کی ضرورت کے لیے مہنگی درآمدات اور سودی قرضوں کا محتاج ہو؟ کیوں ایران خوراک کی کمی کا شکار ہو، جب اس خلافتِ واحدہ میں پاکستان کے کثیر زرعی وسائل بھی موجود ہوں گے؟ بے شک خلافت تمام مسلم دنیا کے معاشی وسائل کو یکجا کر دے گی۔

پاکستان کے مسلمانوں کو ایک پرزور پکار:

اے پاکستان کے مسلمانو!

وہ تباہی جسے آئی ایم ایف کے نسخوں نے جنم دیا ہے، اس کا آنا ایک لازمی امر ہے کیونکہ یہ نسخے اُن احکامات سے متضاد ہیں جو اللہ نے نازل کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کو خبردار کیا ہے:۔﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ

لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا﴾"جو کوئی میری نصیحت (القرآن) سے منہ موڑے گا، اس کے لیے زندگی تنگ ہو جائے گی" (طٰہٰ 20:124)۔

اللہ تعالیٰ نے معیشت کے ہر پہلو میں ہماری رہنمائی کی ہے، کیونکہ یقیناً اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ صرف اسلام کا اقتصادی نظام ہی یہ یقین دہانی کرتا ہے کہ معاشرے میں دولت گردش کرے اور یہ دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں ہی اکٹھی نہ ہو جائے۔ اب یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم نبوت کے طریقے پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے حزب التحریر کے مخلص شباب کے ساتھ مل کر کام کریں، تاکہ بالآخر ہم پر ان احکامات کی حکمرانی ہو جو اللہ کے نازل کردہ ہیں۔

بے شک، صرف خلافت تلے ہمارے عظیم دین کے نفاذ کے ذریعے ہی پاکستان بالآخر اپنی حقیقی اقتصادی صلاحیت کو حاصل کر سکے گا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الآخِرَةَ وَلاَ تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلاَ تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لاَ يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

"اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" (القصص 28:77)

رمضان 1440 ہجری

مئی 2019

حزب التحریر

ولایہ پاکستان